شاہد حسین رزاقی

انڈونیشیا پر جاپانی قبضے کا دَور

جاپان نے دسمبر ۱۹۴۱ء میں جب پرل ہاربر پر حملہ کیا تو ولندیزیوں کو یقین ہو گیا کہ جاپان بہت جلد انڈونیشیا پر قبضہ کرے گا۔ اور ان کا یہ اندیشہ درست ثابت ہوا۔ ۱۰ جنوری ۱۹۴۲ء کو جزیرۂ تاراکان میں جہاں پٹرول کے چشمے تھے جاپان کے جنگی جہاز لنگر انداز ہوئے۔ ۱۴ فروری ۱۹۴۲ء کو جاپانیوں نے جنوبی سماترہ پر حملہ کیا اور یکم مارچ کو جاوا پر حملہ آور ہوئے۔ ولندیزیوں میں اتنی ہمت اور طاقت نہ تھی کہ جاپان کا مقابلہ کرتے چنانچہ انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ امریکی اور انگریزی سپاہی یہ چاہتے تھے کہ جاپانیوں کا مقابلہ کیا جائے لیکن ولندیزی اس کے لیے تیار نہ ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ جاپانیوں نے ایک ہفتہ کے اندر انڈونیشیا میں ولندیزی حکومت کو ختم کر دیا۔

جاپانیوں کا خیر مقدم انڈونیشی عوام نے جاپانیوں کا خیر مقدم کیا۔ ہر جگہ انڈونیشی پرچم لہرائے گئے۔ اور لوگوں نے جاپانی قبضہ کو انڈونیشیا کی نجات اور مشرقی اقوام کے روشن مستقبل کا آغاز تصور کیا۔ جاپانی انڈونیشیا میں بہت مقبول تھے۔ اور ان کو عوام کی تائید اور ہمدردی حاصل تھی۔ ۱۹۳۷ء میں جب جاپان نے چین پر حملہ کیا تھا اور جاپان کے مخالف اس حملہ کو جاپان کی سامراجی ذہنیت کا ثبوت قرار دے کر اس کے خلاف شدید پروپیگنڈا کر رہے تھے تب بھی انڈونیشی عوام جاپان سے بدگمان نہ ہوئے۔ جاپان جرمنی کا حلیف تھا اور جب جرمنی نے ہالینڈ پر قبضہ کر لیا تو اہل انڈونیشیا خوش تھے کہ جاپان کے حلیف نے اس قوم کو فتح کر لیا ہے جو ان کو صدیوں سے غلام بنائے ہوئے تھی۔ جاپان کی فتوحات کو انڈونیشی عوام اپنی آزادی کا آغاز تصور کرتے تھے۔

جاوا کے باشندوں میں مدت دراز سے ایک عجیب پیشین گوئی چلی آ رہی تھی جس پر ان کو پورا یقین تھا۔ جاوی اس کو یویو کی پیشین گوئی کہتے تھے اور جاپانی قبضہ کو اس کی سچائی کا ثبوت خیال کرنے لگے۔ پیشین گوئی یہ تھی کہ انڈونیشیا میں سفید فام قوم کو شکست ہو گی۔ شمالی جزیرہ کے باشندے امداد کو آئیں گے۔ جو زرد رنگ اور چھوٹے قد کے ہوں گے۔ یہ لوگ جاوا پر قبضہ کر لیں گے۔ اور سو دن تک حکومت کریں گے۔ پھر

یہ اپنے جزیرہ کو واپس جائیں گے اور جاوا پہ پھر اس کے باشندوں کی حکومت ہوگی۔ اسی قسم کی پیشین گوئی منہاسا اور دوسرے جزائر میں بھی مشہور تھی۔ اور یہ لوگ جاپان کے قبضہ کو اس پیشین گوئی کے مطابق ولندیزی حکومت کے خاتمے اور آزادی کی ابتدا خیال کرتے تھے۔ ولندیزیوں کے ظلم و استبداد سے اہل انڈونیشیا اس قدر عاجز آ گئے تھے کہ جاپانیوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے لگے۔

جاپانیوں کی پالیسی

جاپانیوں نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا۔ ڈچوں، یورشیوں اور عیسائیوں کو جو تمام عہدوں پر قابض تھے گرفتار کر لیا اور ان کی جگہ انڈونیشیوں کو مقرر کیا۔ صرف اعلیٰ عہدے جاپانیوں کو دیے اور باقی تمام عہدے انڈونیشیوں کو ملے۔ تجارت اور صنعت پر بھی ولندیزی اور چینی چھائے ہوئے تھے۔ جاپانیوں نے ان کا یہ تسلط بھی ختم کر دیا۔ اور انڈونیشیوں کو وسیع مواقع مل گئے۔ جاپانی یہ چاہتے تھے کہ انڈونیشی عوام کی پوری تائید اور امداد حاصل کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کے جذبات کا احترام کیا۔ انڈونیشی پرچم اور قومی ترانے کو قبول کر لیا۔ اور یہ خیال ذہن نشین کرنے لگے کہ جاپان انڈونیشیوں کا خیر خواہ اور مددگار ہے۔ اس کا مقصد محکوم ایشیائی اقوام کو مغرب کی غلامی سے نجات دلانا ہے۔ وہ ایشیائی اقوام کا محافظ و رہنما ہے۔ اور ان کے روشن مستقبل کا ضامن ہے۔ ان تدبیروں سے انڈونیشی عوام اور تعلیم یافتہ طبقہ میں جاپان کا اثر بہت بڑھ گیا۔

انڈونیشی لیڈروں کا تعاون ولندیزیوں نے انڈونیشیا کے قومی لیڈروں کو قید کر دیا تھا۔ جاپانیوں نے ان لیڈروں کو رہا کر دیا۔ چنانچہ سوکارنو، حتا اور شہر یر بھی چھوڑ دیے گئے۔ سوکارنو رہائی کے بعد حتا اور شہر یر سے ملے۔ اور باہم مشورہ کیا۔ سوکارنو کی رائے یہ تھی کہ جاپانیوں سے تعاون کیا جائے لیکن حتا اور شہر یر اس کے مخالف اور عدم تعاون کے حامی تھے۔ سوکارنو جاپان کی طاقت سے مرعوب تھے اور حتا کو یہ یقین تھا کہ آخری فتح اتحادیوں کو ہوگی اس لیے جاپان کے عارضی اقتدار کے بجائے جنگ کے بعد حصولِ آزادی کے امکانات کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ شہر یر جاپانیوں کے شدید مخالف تھے اور ان کے خلاف خفیہ تحریک چلانا ضروری خیال کرتے تھے۔ آخر کار ان لیڈروں نے یہ طے کیا کہ سوکارنو جاپان سے تعاون کریں۔ شہر یر خفیہ تحریک چلائیں، حتا سوکارنو کے مددگار بن کر بظاہر تعاون کریں لیکن درحقیقت خفیہ تحریک سے مربوط رہیں۔ شہر یر کا یہ خیال تھا کہ اگر حتا جاپان سے تعاون کر کے خفیہ تحریک کو صحیح حالات سے باخبر رکھیں تو یہ تحریک ترقی اور وسعت حاصل کرے گی اور یہ پالیسی ملک کے لیے مفید

ہو گی۔ آخر کار اسی فیصلے پر عمل کیا گیا۔ سوکارنو اور حتا جاپان سے تعاون کرنے لگے، اور شہریر نے خفیہ تنظیم قائم کر لی۔

انڈونیشی رہنماؤں نے جاپان کے بارے میں جو پالیسی اختیار کی اس کے دو پہلو تھے۔ ایک تو یہ کہ جاپان سے تعاون کر کے حصولِ آزادی کی راہ ہموار کی جائے۔ اور دوسرے یہ کہ جاپان کے خلاف خفیہ تحریکیں چلا کر اس کے اقتدار کو کمزور کیا جائے۔ اس پالیسی کے مطابق سوکارنو اور حتا تو جاپان کی قائم کردہ تنظیموں سے وابستہ ہو گئے اور عدم تعاون کے حامیوں نے پانچ بڑی خفیہ تنظیمیں قائم کر لیں۔

خفیہ تنظیموں کا قیام خفیہ تنظیموں میں سب سے اہم شہریر کی جماعت تھی۔ جس کی شاخیں بڑے شہروں میں قائم کی گئیں۔ تعلیم یافتہ نوجوان اور طلبا اس تنظیم کے سب سے زیادہ حامی تھے۔ یہ محبانِ وطن کی جماعت تھی۔

دوسری خفیہ تنظیم شریف الدین کی جماعت تھی۔ جو جاپان کی انتہائی مخالف تھی۔ ولندیزی یہ جانتے تھے کہ شریف الدین جاپان کا بہت مخالف ہے اس لیے جب جاپانی حملہ کا خطرہ ہوا تو وہ اس کی سرپرستی کرنے لگے اور جاپانی قبضے سے پہلے اس کو کافی مالی امداد بھی دی تھی۔ اس جماعت میں فاشزم کے مخالف عناصر شامل تھے۔ جن میں سب سے نمایاں کمونسٹ تھے۔ یہ جماعت جاپان کے خلاف وسیع پیمانے پر پروپیگنڈہ کر کے لوگوں کو ان کے خلاف اکساتی تھی۔ لیکن ان کی تنظیم میں کچھ کمزوری تھی جس سے ان کے راز افشا ہو گئے۔ چنانچہ جاپانیوں کو پوری تفصیل معلوم ہو گئی اور انہوں نے شریف الدین اور دوسرے لیڈروں کو پکڑ کر ان کے لیے موت کی سزا تجویز کی۔ لیکن سوکارنو نے کوشش کر کے شریف الدین کی سزائے موت کو حبس دوام سے بدلوا دیا مگر دوسرے کئی لیڈروں کو پھانسی دیدی گئی۔

تیسری خفیہ تنظیم طلبا کی جماعت تھی جس میں زیادہ تر یونیورسٹی کے طلبا شریک تھے۔ یہ شہریر سے ربطہ قائم کیے ہوئے تھے اور ان سے تعاون کرتے تھے۔ اس جماعت نے اپنے مقصد کے لیے کافی کام کیا۔

چوتھی خفیہ تنظیم سوکارنی نے قائم کی تھی جس میں آدم ملک، خیر الصالح اور کئی دوسرے قومی کارکن شامل تھے۔ اس جماعت نے شہریر کی تنظیم سے ربط قائم کر رکھا تھا۔

پانچویں تنظیم نوجوان مفکروں کی ایک باثر جماعت تھی جس نے مختلف شہروں میں علمی کلب قائم کر لیے تھے۔ لیکن یہ کلب خفیہ طور پر آزادی وطن کے لیے کام کر رہے تھے۔ اس جماعت میں غور و فکر کی صلاحیت رکھنے والے نوجوان شامل تھے۔ اس کے لیڈر محمد ناصر اور ظفر الدین تھے۔ چونکہ اس جماعت کی سرگرمیاں علانیہ بھی تھیں اور خفیہ بھی اس لیے یہ زیادہ تر بہتر طریقے پر کام کر سکتے تھے۔ یہ جماعت

دوسری خفیہ تنظیموں سے مربوط تھی اور ان کے لیے ضروری معلومات فراہم کرتی تھی۔
خفیہ تنظیموں کے مقاصد | تمام خفیہ تنظیموں کا مقصد یہ تھا کہ جاپان کی قوت جب کمزور پڑ جائے، تو انڈونیشیا کی آزادی کے لیے عملی جدوجہد شروع کر دی جائے۔ اس تحریک میں سب سے زیادہ اہمیت شہریر کی تھی جن کا خیال یہ تھا کہ اگر اتحادی حملے کے وقت انڈونیشی عوام جاپان کے خلاف جدوجہد شروع کر دیں تو وہ اتحادیوں سے بہتر شرائط پر اپنے مسائل طے کرا سکیں گے اور آزادی کے امکانات قوی ہو جائیں گے۔ حتا کا بھی یہی خیال تھا کہ امریکہ کے عظیم وسائل کی وجہ سے اتحادی فتح یاب ہوں گے۔ اس لیے اگر اہل انڈونیشیا جاپان کی شکست کے ساتھ ہی جاپانیوں کے خلاف جدوجہد شروع کر دیں تو پھر ولندیزی واپس نہ آسکیں گے اور انڈونیشیا آزاد ہو جائے گا۔ اس ہم خیالی نے حتا اور شہریر کو ایک دوسرے سے بہت قریب کر دیا تھا۔ اور حتا نے اپنے سکریٹری شاروزہ کے توسط سے خفیہ تنظیموں سے ربط قائم کر لیا تھا اور ان کی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے میں عملی مدد دیتا تھا۔ جاپان کو خفیہ تنظیموں کا علم تھا اس لیے اس نے یہ کوشش کی کہ ان کے نوجوان لیڈروں کو دوسرے کاموں میں مصروف کر دیا جائے تاکہ وہ خفیہ سرگرمیوں میں زیادہ حصہ نہ لے سکیں۔ چنانچہ اس نے تنظیم نوجواناں کے نام سے ایک جماعت قائم کر کے سوکارنی، خیر الصالح، عبدالغنی، سوتومو اور دوسرے کئی نوجوان لیڈروں کو اس جماعت میں ذمہ دار عہدے دیے اور ان کی شدید نگرانی کی جانے لگی تاکہ وہ اس کام میں مصروف رہیں اور خفیہ تحریک میں حصہ نہ لیں۔ لیکن خفیہ تنظیموں کا دائرۂ عمل اتنا وسیع تھا کہ وہ برابر اپنا کام کرتی رہیں۔

جاپانیوں کے قائم کردہ ادارے

جاپانی یہ چاہتے تھے کہ ان کی جنگی مساعی میں انڈونیشی عوام اور رہنما ان کی مدد کریں۔ چنانچہ انھوں نے سوکارنو اور حتا سے یہ وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد انڈونیشیا کو خود اختیاری دیں گے۔ جاوا، ساٹرا اور سلاویسی ان کے نقطۂ نظر سے بہت اہم تھے اور ان جزائر میں جاپانیوں نے متعدد ادارے قائم کیے۔
مرکزی مجالس | مارچ ۱۹۴۳ء میں جاپانیوں نے جاوا اور مادورا کی تمام جماعتوں کو ملا کر عوامی مرکز اقتدار (PUSAN TENNAGA RAKJAT) کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جو پوتیرا (PUETERA) کے نام سے مشہور ہوا۔ چار مہینے کے بعد پوتیرا کا مرکزی بورڈ بنایا گیا۔ جو چار ارکان پر مشتمل تھا۔ سوکارنو کو اس بورڈ کا صدر اور حتا کو نائب صدر اور حاجی منصور اور دیوانتورو کو رکن بنایا گیا۔ ستمبر ۱۹۴۳ء میں

مرکزی مشاورتی مجلس قائم کی گئی اور اس کا صدر بھی سوکارنو کو بنایا گیا۔ اس کے علاوہ مقامی مجالس بھی قائم کی گئیں۔ یہ تمام مجالس نمائندہ تھیں۔ اور خود اختیاری دینے کے جاپانی وعدہ کی تکمیل میں قائم کی گئی تھیں۔

صوبائی مجالس ساترہ میں جاپانیوں نے ایک مشاورتی مجلس قائم کی جو ۲۰ ممبروں پر مشتمل تھی۔ ان میں سے ۱۵ نامزد کردہ تھے اور ۵ منتخب شدہ۔ اس مجلس کا صدر محمد شفیع کو بنایا گیا جو ساترہ میں نوجوانوں کی تحریک کا لیڈر رہا اور حتا اور شہریر کا رفیق کار رہ چکا تھا۔ اس مجلس کے علاوہ جاپانیوں نے ساترہ میں ۲۱۰ ممبروں کی صوبائی کونسل بھی بنائی۔ ان ممبروں میں سے ۹۰ نامزد کردہ تھے اور ۱۲۰ منتخب کردہ۔ ۱۹۴۲ء میں ولندیزی دور کی سیاسی جماعتیں توڑ دی گئی تھیں۔ ان کی جگہ نئی جماعتیں قائم کرنے کی اجازت بھی دی گئی۔

سلادیسی، بورنیو اور مالوکا میں بھی جاپانیوں نے عوام کی تائید حاصل کرنے کے لیے مناسب ادارے قائم کیے اور چونکہ یہ جزائر جاپانیوں کے لیے بہت اہم تھے۔ اس لیے ان کی ترقی پر انہوں نے خاص توجہ کی۔

جنرل توجو کا وعدہ جولائی ۱۹۴۳ء میں جاپانی وزیر اعظم جنرل توجو نے انڈونیشیا کا دورہ کرنے کے بعد یہ اعلان کیا تھا کہ بہت جلد انڈونیشی خود اپنی حکومت میں شریک ہوں گے۔ اور اس اعلان کے فوراً بعد ہی یہ تمام ادارے قائم کر دیے گئے۔ جس سے یہ خیال عام ہوگیا کہ انڈونیشیا بہت جلد پوری طرح خود اختیار حکومت حاصل کرے گا۔ چنانچہ انڈونیشی عوام کے علاوہ طلبا کا وہ طبقہ بھی جاپانیوں کا حامی بن گیا جو خفیہ تنظیموں میں کام کر رہا تھا۔ اور ستمبر ۱۹۴۳ء میں سوکارنو ٹوکیو گئے تاکہ خود اختیاری دینے کے لیے جاپان کا شکریہ ادا کریں۔ انڈونیشیا میں مختلف ادارے قائم کرکے جاپانی اس لیے مطمئن تھے کہ اس طرح اہل انڈونیشیا کی تائید حاصل ہو جائے گی اور ان کی جنگی مساعی میں وہ پوری مدد دیں گے۔ دوسری طرف انڈونیشی رہنما بھی اس سے مطمئن تھے کہ انڈونیشیا کو رفتہ رفتہ خود اختیاری حاصل ہو جائے گی۔ اور ملک کی آزادی کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔

عسکری تنظیم مشاورتی اور نمائندہ اداروں کے علاوہ جاپانیوں نے عسکری اور تنظیمی ادارے بھی قائم کیے۔ ان میں ایک اہم ادارہ لشکر محافظین وطن تھا جو پیٹا (PETA) کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ ادارہ ۱۹۴۳ء میں دفاعی فرائض انجام دینے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ یہ تنظیم درحقیقت ایک رضاکار فوج تھی جس کو جاپانیوں نے فوجی تربیت دی تھی تاکہ انڈونیشیا پر اتحادی حملہ کا مقابلہ کیا جا سکے۔ دو سال میں اس فوج کی تعداد سوا لاکھ ہو گئی۔ اور اس کے تمام عہدہ دار انڈونیشی تھے۔ آگے چل کر یہی رضاکار فوج انڈونیشیا کی جمہوری فوج کی بنیاد بنی۔ اس فوج سے انڈونیشی رہنماؤں نے بھی بڑی امیدیں وابستہ کر لی تھیں

اور وہ چاہتے تھے کہ اس میں آزادیِ وطن کا شدید جذبہ پیدا کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لیے بڑی ہوشیاری سے کام کیا اور اس کام میں خفیہ جماعتوں نے سوکارنو اور ہتا کا پورا ساتھ دیا۔

ان اداروں کے قیام سے جاپانیوں کا بڑا مقصد یہ تھا کہ ان کی جنگی مساعی میں مدد ملے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے یہ محسوس کیا کہ پوتیرا جنگی مساعی میں مدد دینے سے زیادہ قومی آزادی کے لیے کام کر رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ جماعت توڑ دی اور اس کے بجائے مارچ ۱۹۴۴ء میں جاوا ہوکو کائی (JAVA HOKO KAI) کے نام سے ایک اور ادارہ قائم کیا۔ اس ادارہ کا صدر بھی سوکارنو کو بنایا گیا۔ لیکن اس پر جاپانی کمانڈر کی نگرانی رکھی گئی۔ اس تنظیم کی شاخیں ہر ایک گاؤں میں قائم کر دی گئیں۔ اور اس طرح یہ بہت وسیع ادارہ بن گیا۔

کاشتکاروں، مزدوروں اور طلبا کی تنظیم عسکری تنظیم قائم کرنے کے علاوہ جاپانیوں نے انڈونیشی آبادی کے اہم طبقوں کو بھی منظم کیا اور ان میں اس طرح نظم و ضبط پیدا کیا کہ وہ منظم اجتماعی شکل اختیار کر لیں اور خود جاپانی مقاصد کے لیے بھی مفید ثابت ہوں۔ چنانچہ ملک میں مختلف طبقوں کی وسیع تنظیمیں قائم کی گئیں۔ جن میں کاشتکاروں، مزدوروں، نوجوانوں اور طلبا کے ادارے بھی شامل تھے۔ ان سب کو اس طرح تربیت دی گئی کہ ان کے ذہن میں اتحادیوں کے خلاف پھیلائے ہوئے خیالات پختہ ہو جائیں اور وہ جاپانیوں سے پورا تعاون کریں۔ ان جماعتوں میں سی نندان (SCIENENDAN) کاشتکاروں کی تنظیم تھی جو ۱۹۴۲ء میں قائم ہوئی تھی۔ مزدوروں کے لیے ایک اہم ادارہ ہائی ہو (HEI-HO) قائم کیا گیا تھا جس نے برما تک وسیع علاقوں میں تعمیراتی کام انجام دیے۔ گاکوتولائی (GAKUTOLAI) طلبا کی تنظیم تھی جو ۱۹۴۳ء میں قائم کی گئی تھی۔ ان کی اور تنظیم باریسان پیلوپور (BARISAN PELOPOR) تھی یعنی پیام بروں کی جماعت۔ یہ جاپان کے تشہیری محکمے کی رہنمائی میں کام کر رہی تھی۔

مرکزی اسلامی تنظیم جاپانی یہ جانتے تھے کہ انڈونیشیا پر اسلام کا بڑا اثر ہے اور عوام میں وہی تحریک مقبول ہو سکتی ہے جو اسلام کی حامی ہو۔ چنانچہ انہوں نے مسلمان مذہبی رہنماؤں کی تائید حاصل کرنے کے لیے ان کی عزت افزائی کی۔ مقامی طور پر ملاؤں کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے ان سے اچھا برتاؤ کر کے ان کی تائید حاصل کی۔ اور ان سب سے کام لیا۔ اس زمانے میں مسلمانوں کی متعدد جماعتیں تھیں جن کا دائرۂ اثر بہت محدود تھا۔ جاپانیوں نے ان کو منظم و متحد ہونے کا موقع دیا۔ چنانچہ انڈونیشی اسلامی جماعتوں کی مرکزی تنظیم قائم ہو گئی۔ جاپانی قبضہ سے پہلے شرکتِ اسلام، پارٹی اسلام انڈونیشیا، شرکتِ اسلام کیدا،

مجلس اعلیٰ اسلامی، نہضۃ العلماء اور کئی دوسری اسلامی تنظیمیں قائم تھیں جنہوں نے بدلے ہوئے حالات میں ایک وفاقی شکل اختیار کر لی تھی۔ جاپانیوں کی حوصلہ افزائی سے تمام اسلامی جماعتیں باہم مربوط ہو گئیں۔ اور ان کی ایک اجتماعی مرکزی تنظیم پھر قائم ہو گئی۔

انڈونیشیا کو آزادی دینے کا فیصلہ

اکتوبر ۱۹۴۴ء میں جاپانی وزیر اعظم نے یہ اعلان کیا کہ انڈونیشیا کو بہت جلدی آزادی دی جائے گی اور اس اعلان کے بعد جاپانیوں نے یہ کوشش کی کہ انڈونیشی رہنما عوام سے زیادہ قریب ہو کر اپنے خیالات کی اشاعت کریں۔ چنانچہ انہوں نے پیٹا پر سے جاپانی کمانڈر کی نگرانی اٹھا دی۔ اور انڈونیشیا کی آزادی کے لیے کام کرنے کے مواقع بڑھا دیے۔

سیاسی تربیت کے ادارے جاپانی امیر البحر مائیدہ نے معمولی تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جو دبستان آزاد انڈونیشیا (ASRAMA INDONESIA MERDEKA) کہلایا۔ اور مختلف شہروں میں اس کی شاخیں قائم کی گئیں۔ اس کا صدر ویکانا کو بنایا گیا جو کمونسٹ پارٹی کا صدر رہ چکا تھا۔ اور یہ جماعت غیر قانونی قرار دی گئی تھی۔ اس ادارہ میں سیاسیات، معاشیات اور عمرانیات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور قومیت کے جذبہ کو ابھارنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ چنانچہ یہاں تقریر کرنے کے لیے قومی لیڈروں کو بھی مدعو کیا جاتا تھا۔ جن میں حتا اور شہریر بھی شامل تھے۔ مائیدہ کا یہ خیال تھا کہ آزادی دینے سے پہلے ملک کے عوام کو آزادی کے تقاضوں اور اس کے بعد پیش آنے والے مسائل سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور اسی خیال کے تحت یہ ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ اور لیڈروں کو یہ موقع دیا جاتا تھا کہ وہ اپنی آزادی حاصل کرنے کے لیے سامراجیوں سے جنگ کرنے پر لوگوں کو تیار کریں۔

نئی پالیسی اس ادارہ نے ایک سال کے اندر سیکڑوں نوجوانوں کو تربیت دے کر جنگ آزادی کے لیے تیار کر دیا۔ اور احمد سوبارجو نے ان نوجوانوں کو اپنی جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کی جو جاپان کے بہت مخالف تھے۔ کچھ نوجوان تان ملاکا سے مل گئے۔ کچھ کمونسٹ پارٹی میں شامل ہوئے اور کچھ اشتراکی پارٹی میں شریک ہو گئے۔ جاپانیوں نے کمونسٹوں کے بارے میں بھی اپنی پالیسی نرم کر دی تھی۔ اس لیے اپنے مخالفوں کو بھی کام کرنے کا موقع دیا۔ اور احمد سوبارجو کی حوصلہ افزائی بھی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے ایسی جماعت قائم کر لی جو جاپانی قبضہ ختم ہونے کے وقت واحد سیاسی جماعت

اور قابل لحاظ قوت تھی ۔ جاپانیوں کی اس پالیسی کے متعلق تھیریر کی رائے یہ ہے کہ اس کا مقصد امریکہ اور برطانیہ کے متوقع حملے کی مدافعت کے لیے ایک بڑی جماعت کو تیار کرنا تھا ۔ لیکن حتا کا یہ خیال ہے کہ جاپانی انڈونیشیا کو آزادی دینا چاہتے تھے اور ان کا یہ مقصد تھا کہ آزادی ملنے کے بعد انڈونیشیا کے تعلیم یافتہ نوجوان اپنی آزادی کی حفاظت کر سکیں اور اپنے مسائل حل کرنے کی صلاحیت پیدا کریں ۔

جاپان نے جب انڈونیشیا کو آزادی دینے کی پالیسی اختیار کر لی تو اس ملک کو آزادی کے لیے تیار کرنے کی متعدد تدبیریں اختیار کی گئیں ۔ چنانچہ ۱۹۴۴ء کے آخر میں جاوا ، ساماترہ اور دوسرے جزائر میں انڈونیشیوں کو ریزیڈنٹ بنایا گیا اور دوسرے اعلیٰ عہدوں پر بھی ان کا تقرر کیا گیا ۔

آزادی دینے کی تیاری جنوری ۱۹۴۵ء میں جاپانی فوجی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ جاپانی فوج انڈونیشیا کو آزادی دینے کے لیے کچھ تدبیریں اختیار کرے گی جن میں زیادہ اہم یہ ہیں :

۱ ۔ سیاسی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور عوام کو سیاست میں حصہ لینے کے زیادہ مواقع دیے جائیں گے ۔

۲ ۔ فوجی حکومت ایک مرکزی مجلس اور امور عامہ کا محکمہ قائم کرے گی ۔

۳ ۔ صوبائی مجالس کی تعداد بڑھا دی جائے گی اور ان میں انڈونیشیوں کو زیادہ اختیارات دیے جائیں گے ۔

۴ ۔ نظم و نسق میں انڈونیشیوں کو اور زیادہ حصہ دیا جائے گا ۔

۵ ۔ قومی آزادی حاصل کرنے اور قومی حکومت قائم کرنے کے جذبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے گی ۔

۶ ۔ فوجی حکومت ملک کی قیادت اور حکومت کے لیے لوگوں کو تیار کرے گی اور ان کو ضروری تعلیم و تربیت دے گی ۔ تاکہ وہ یہ کام بخوبی انجام دے سکیں ۔

انڈونیشی مجلس برائے اہتمام آزادی جاپانیوں نے انڈونیشیوں کو آزادی کے لیے تیار کرنے کی جس پالیسی کا اعلان کیا تھا اس پر بہت جلد عمل بھی کرنے لگے ۔ چنانچہ مارچ ۱۹۴۵ء میں جب کارتا میں انڈونیشی مجلس برائے اہتمام آزادی جس کا انڈونیشی نام BADAN PENJELIDIK USHA PERSIAPAN KEMERDEKAAN INDONESIA تھا قائم کی گئی ۔ تاکہ آزاد جمہوریۂ انڈونیشیا کے لیے ایک مناسب دستور کا خاکہ تیار کیا جائے ۔ یہ مجلس ۱۵ اراکین پر مشتمل تھی ۔ راجی مان کو اس مجلس کا صدر اور سورو سو کو نائب صدر بنایا گیا ۔ اور ۹ ۴ ممبروں میں ممتاز قومی

رہنما بھی شامل کیے گئے۔ سوکارنو اور حتا بھی اس مجلس کے ممبر تھے اور عبدالغفار سکریٹری تھے۔
آزادی کے لیے ملک کو تیار کرنے کی غرض سے دوسرے جزائر میں بھی علاقائی کمیٹیاں قائم کی گئیں جن میں مقامی رہنماؤں کو شامل کیا گیا۔ چنانچہ سماترہ میں جو کمیٹی قائم کی گئی اس کے صدر محمد شفیع تھے۔ بورنیو سلاولیسی، اور جزائر مالوکا میں اس مقصد کے لیے قومی پارٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر سلطان بون تھے اور نائب صدر ڈاکٹر راتو تھے۔

پنچ شیلا جون اور جولائی ۱۹۴۵ء میں انڈونیشی مجلس برائے اہتمام آزادی کے دو اجلاس ہوئے جن میں ملک کے لیے ایک دستور کا خاکہ اور درپیش نظر معاشی مسائل حل کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ جون ۱۹۴۵ء میں اس مجلس کے سامنے سوکارنو نے پنچ شیلا (PANTJ SILA) کے نام سے پانچ بنیادی اصول پیش کیے تاکہ مجلس ان کو آزاد انڈونیشیا کی فکری اساس بنانے پر غور کرے۔ یہ اصول (۱) خدائے واحد پر ایمان یعنی ضمیر اور مذہب کی آزادی (۲) قومیت (۳) بین الاقوامیت یا انسانیت (۴) نمائندہ حکومت اور (۵) معاشرتی عدل پر مشتمل تھے۔ جولائی ۱۹۴۵ء میں دستور کی اہم دفعات پر اتفاق رائے ہو گیا اور یہ بات یقینی ہو گئی کہ جنگ کے خاتمے پر انڈونیشیا میں آزاد جمہوریہ قائم کیا جائے گا۔

انڈونیشی مجلس برائے حصول آزادی جرمنی کی شکست کے بعد اتحادیوں کی کامیابی یقینی ہو گئی۔ مشرقی بورنیو اور برما میں اتحادیوں کے داخلے کی خبریں بھی خفیہ ریڈیو کے ذریعہ ملنے لگیں۔ اور جاپانی انڈونیشیوں کو حصول آزادی میں پوری مدد دینے لگے۔ ۷ اگست ۱۹۴۵ء کو جاپانیوں نے تمام انڈونیشیا کی ایک کمیٹی بنائی جس کا مقصد جاپانی مسلح افواج سے اختیارات حکومت منتقل کرانے کی تیاری قرار دیا گیا۔ اس کمیٹی کا نام انڈونیشی مجلس برائے حصولِ آزادی (PANITIA PARSIAPAN KEMERDEKAAN INDONESIA) رکھا گیا تھا۔ اس مجلس کے ۲۱ ممبر تھے اور اس میں ملک کے ہر حصہ کو نمائندگی دی گئی تھی۔ چنانچہ جاوا، سماترہ، بورنیو، سلاولیسی، جزائر مالوکا اور جزائر سونڈا صغیر کے قومی رہنما پہلی مرتبہ یک جا ہوئے اور انڈونیشیا کے مستقبل اور پیش نظر مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔

جاپان کی پالیسی میں تبدیلی اور آزادی کے اہتمام اور حصول کے لیے مجالس کے قیام سے انڈونیشیا کی تحریک آزادی ایک نئے دور میں داخل ہو گئی۔ انڈونیشی رہنماؤں کو یہ یقین ہو گیا کہ جاپان حصولِ آزادی میں انڈونیشیا کی پوری مدد کرے گا اور اس کے بعد مذاکرات کا نہایت اہم سلسلہ شروع ہو گیا۔

جاپانی سپہ سالار کا وعدہ | اگست ۱۹۴۵ء کے شروع میں جاپانیوں نے انڈونیشی رہنماؤں سے یہ وعدہ کیا کہ اس مہینے کے آخری ہفتے میں انڈونیشیا کو آزادی دیدی جائے گی اور ان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ انڈونیشی مجلس برائے اہتمامِ آزادی کی مرتب کردہ تجاویز کو جلد از جلد دستوری اور آئینی شکل دیدیں۔

اس فیصلہ کے مطابق ۸ اگست ۱۹۴۵ء کو جنوب مشرقی ایشیا میں جاپانی افواج کے سپہ سالار جنرل تیروچی نے سیگان کے قریب دالت میں سوکارنو، حتا اور راجی مان کو بلایا اور گفت وشنید کے بعد یہ وعدہ کیا کہ ۲۴ اگست کو انڈونیشیا کو آزادی دیدی جائے گی۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ۱۹ اگست کو ایک مجلسِ دستور ساز طلب کی جائے جو ایک ہفتہ کے اندر انڈونیشی مجلس برائے اہتمامِ آزادی کی تیار کردہ تجاویز کو دستوری شکل دیدے۔ ۱۱ اگست کو یہ لیڈر انڈونیشیا واپس آئے اور دوسرے قومی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ خفیہ تنظیم کے لیڈروں نے اس کی شدید مخالفت کی کہ آزادی جاپانیوں سے ایک عطیہ کے طور پر حاصل کی جائے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ جب اتحادی حملہ آور ہوں تو انڈونیشی بغاوت کر کے جاپان سے آزادی چھین لیں۔

شہریر کی رائے | جاپان کے ہتھیار ڈالنے کے متعلق افواہوں نے خفیہ تنظیموں کی سرگرمیوں میں بڑی شدت پیدا کر دی۔ شہریر کو یہ خبر بھی ملی تھی کہ جاپان صلح کی کوشش کر رہا ہے۔ ۹ اگست کو روس نے اعلانِ جنگ کیا اور جاپان کی شکست یقینی ہو گئی۔ چنانچہ ۱۰ اگست کو شہریر نے سوکارنو اور حتا سے یہ اصرار کیا کہ وہ فوراً آزادی کا اعلان کر دیں۔ دالت جانے سے قبل حتا نے شہریر سے ملاقات کی اور ان میں یہ طے ہوا کہ اب انڈونیشی رہنما جاپانیوں سے متصادم ہو جائیں تاکہ جاپانیوں سے تعاون اور عدم تعاون کے مسئلہ پر قومی رہنماؤں اور خفیہ تنظیموں کے لیڈروں کا اختلاف ختم ہو جائے اور آزادی کے لیے مشترکہ جدوجہد کی جا سکے۔ دالت سے واپس آنے کے بعد حتا نے شہریر کو بتلایا کہ جاپانی اس پر بھی تیار ہیں کہ قیامِ جمہوریہ کا اعلان کرنے کی غرض سے فوری طور پر اسمبلی قائم کر کے ۱۹ اگست کو آزادی کا اعلان کر دیا جائے۔ لیکن شہریر کا یہ خیال تھا کہ جاپانی اس تاریخ سے پہلے ہی ہتھیار ڈال دیں گے اس لیے آزادی کا اعلان فوراً کیا جائے۔ اور اگر جاپانی اس کی مخالفت کریں تو ان کا مقابلہ کیا جائے۔ سوکارنو اور حتا اس رائے سے متفق نہ تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر جاپانیوں نے آزادی کا اعلان کرنے والوں کو کچلنے کے لیے طاقت سے کام لیا تو بہت خونریزی ہو گی اور قوم پرستوں کے لیے جاپانیوں کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

سوکارنو اور حتا کا اغوا ۱۴ اگست کو جاپان نے ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کی اور شہریر نے اس امید پر کہ اب فوراً ہی آزادی کا اعلان کر دیا جائے گا نہایت سخت الفاظ میں آزادی کا اعلان لکھا اور خفیہ تنظیموں کے ارکان اور طلبا کو عام مظاہروں اور جاپانیوں کے مقابلے کے لیے تیار کرانے میں مصروف ہو گیا۔ شہریر اور اس کے ساتھیوں کا یہ خیال تھا کہ ۱۵ اگست کو آزادی کا اعلان کیا جائے گا۔ اور جاوا بھر میں یہ خبر پھیلا دی گئی کہ ۱۵ اگست کو صبح ۵ بجے اعلانِ آزادی کیا جائے گا۔ اور سب اس کے لیے تیار رہیں۔ لیکن سوکارنو مزید التوا کا خواہش مند تھا۔ اور اس کا یہ خیال تھا کہ چند افراد کے بجائے ملک کی نمائندہ جماعت انڈونیشی مجلس برائے حصولِ آزادی کی طرف سے مناسب وقت پر اعلان کیا جائے۔ اور جاپانیوں سے ایسا سمجھوتا کر لیا جائے کہ وہ انقلاب کو کچلنے کی کوشش نہ کریں اور غیر جانبدار رہیں۔ شہریر کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ تمام لیڈروں کو اس التوا سے مطلع کرے۔ چنانچہ کئی جگہ پروگرام کے مطابق مظاہرے ہوئے جن کو جاپانیوں نے بہت سختی سے کچل دیا۔ حالات بہت نازک ہو گئے تھے۔ ایک طرف جاپانیوں کے تشدد کا خطرہ تھا اور دوسری طرف خانہ جنگی شروع ہو جانے کا بھی اندیشہ تھا۔ خفیہ تنظیموں کے رہنماؤں نے سوکارنو کو فوری اعلان پر رضامند کرنے کی پوری کوشش کی لیکن جب وہ ۱۵ اگست کو صبح ۶ بجے تک انکار کرتا رہا تو ان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور سوکارنی کی جماعت نے جس کی تائید طلبا کی کئی انجمنیں بھی کر رہی تھیں ۱۶ اگست کی صبح کو سوکارنو اور حتا کو اغوا کر لیا۔ اور ان کو پیتا کے ایک دستے کی تحویل میں دیدیا گیا۔

جاپانی امیر البحر کا پیغام جاپانیوں کو جب سوکارنو اور حتا کے اغوا کی خبر ملی تو امیر البحر مائیدا نے سوکارنی کی خفیہ جماعت کے ایک لیڈر سوبارجو کو خفیہ طور پر یہ پیغام بھیجا کہ دونوں لیڈروں کو رہا کر دیا جائے۔ اس سے حتا اور سوکارنو کو یہ پتہ چل گیا کہ جاپانیوں کو تمام پروگراموں کا علم ہے۔ حتا کو بڑے فوجی افسروں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاپان نے ہتھیار ڈالنے کی جو شرطیں منظور کی ہیں ان کے مطابق اس کی حیثیت انڈونیشیا میں اتحادیوں کے ایجنٹ کی ہے اور وہ اتحادیوں کے خلاف ہر کوشش کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہیں۔ اب سوکارنو اور حتا نے بھی یہ رائے قائم کی کہ خفیہ تنظیموں کے لیڈروں کی رائے پر عمل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ سوکارنو نے شہریر سے یہ وعدہ کیا کہ آزادی کا اعلان فوراً کر دیا جائے گا۔ لیکن اس اعلان میں جاپانیوں کے خلاف سخت الفاظ استعمال نہ کیے جائیں گے۔

آزادی کا اعلان

سوکارنو کے اس وعدہ پر کہ ۱۷ کو آزادی کا اعلان کر دیا جائے گا سوکارنی نے دونوں لیڈروں کو

رہا کر دیا اور اب ایسی محفوظ جگہ کی ضرورت تھی جہاں مجلس حصولِ آزادی کے ارکان ۱۶ اور ۱۷ اگست کی درمیانی شب کو جمع ہو کر اعلانِ آزادی مرتب کر سکیں۔ اس دشواری کو امیر البحر مائیدہ کی مدد نے آسان کر دیا جس نے اپنے گھر میں مجلس کا اجلاس کرنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ رات کو اس اجلاس میں اعلانِ آزادی مرتب کیا گیا اور ۱۷ اگست کو صبح کے وقت سوکارنو نے ایک بڑے مجمع کے سامنے مجلس حصولِ آزادی کی طرف سے انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کیا۔ اس اعلان کو تمام ملک میں نشر کیا گیا اور ہر جگہ بڑے جوش وخروش سے اس کا خیر مقدم ہوا۔

اعلانِ آزادی بہت مختصر تھا اور اس کے الفاظ یہ تھے :

ہم باشندگانِ انڈونیشیا، انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کرتے ہیں۔ اقتدار کی منتقلی سے متعلق تمام امور موثر طور پر اور ممکنہ حد تک کم سے کم مدت میں انجام دیے جائیں گے۔

منجانب باشندگانِ انڈونیشیا

سوکارنو حتا

اعلانِ آزادی کا ردِ عمل آزادی کا اعلان ہونے کے ساتھ ہی جاوا میں جاپانی افواج کے سپہ سالار نے امیر البحر مائیدہ اور اس کے پورے اسٹاف کو قید کر دیا۔ پیتا اور دوسری مسلح تنظیموں کو توڑنے کا حکم دیا۔ اور قومی پرچم اور قومی ترانہ ممنوع قرار دیا۔ لیکن انڈونیشی لیڈروں اور پیتا کے دستوں نے جاپانی سپہ سالار کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کئی جگہ جہاں پیتا کے ارکان کی تعداد کافی تھی انہوں نے جاپانیوں کا مقابلہ بھی کیا۔ بڑے شہروں پر جاپانیوں کا قبضہ تھا۔ لیکن دیہی علاقوں پر پیتا کے مسلح دستے قابض تھے۔ اور سوکارنو نے یہ اعلان کیا کہ اگر جمہوریہ کو مٹانے کی کوشش کی گئی تو پوری طاقت سے اس کا مقابلہ کیا جائے گا۔ جاپانی عجیب کشمکش و پیچ کی حالت میں تھے۔ ایک طرف تو اتحادیوں سے معاہدہ کے مطابق وہ موجودہ صورتِ حال کو برقرار رکھنے پر مجبور تھے اور دوسری طرف ان کو انڈونیشیوں سے ہمدردی تھی اور وہ نو قائم شدہ جمہوریہ سے ٹکرانا پسند نہ کرتے تھے۔ ستمبر میں اتحادی فوجوں کی آمد تک یہی صورتِ حال برقرار رہی۔

جمہوری نظامِ حکومت کا قیام اعلانِ آزادی کے بعد فوری مسئلہ نظامِ حکومت کا قیام تھا۔ ۱۸ اگست ۱۹۴۵ء کو انڈونیشی مجلس برائے اہتمامِ آزادی کا اجلاس منعقد کیا گیا جس نے سوکارنو کو جمہوریہ کا صدر اور حتا کو نائب صدر منتخب کیا۔ اس مجلس میں خفیہ تحریکوں کے چھ لیڈر بھی شامل کر لیے گئے۔ اور دستور کو قطعی

شکل دینے کا کام اسی کے تفویض کیا گیا۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر آخری مسودۂ دستور مکمل ہوگیا اور اس کو عارضی دستور کی حیثیت سے نافذ کر دیا گیا۔ ۱۹ اگست کو انڈونیشی مجلس برائے اہتمام آزادی نے ملک کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کر کے ان کے گورنر مقرر کیے اور صوبائی مجالس بھی قائم کی گئیں۔ پھر اضلاع و بلدیات کے عہدہ دار اور مقامی مجالس کا قیام عمل میں آیا اور جمہوریہ کا نظم و نسق قائم ہوگیا۔ ۳۱ اگست کو جمہوریۂ انڈونیشیا کی پہلی کابینہ بنائی گئی جو ۱۶ وزیروں پر مشتمل اور صدر کے سامنے جوابدہ تھی۔

۲۹ اگست ۱۹۴۵ء کو سوکارنو نے انڈونیشی مجلس برائے اہتمام آزادی کو تحلیل کر دیا اور اس کے بجائے مرکزی انڈونیشی قومی مجلس (KOMITE NASIONAL INDONESIA PUSAT) قائم کی گئی جو پارلیمنٹ کی ابتدائی شکل تھی اور جس کا کام صدر اور کابینہ کو مشورہ دینا تھا۔ حتاکے مشورہ سے اس مجلس میں ۱۳۵ ممبروں کا اضافہ کیا گیا اور ملک کی اہم سیاسی، مذہبی، سماجی اور معاشی تنظیموں کے رہنما نئے اراکین میں شامل کر لیے گئے۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں شہریر کی تحریک پر مرکزی قومی مجلس کو قانون سازی کے اختیارات دیے گئے۔ اور اس کی ایک مجلسِ عاملہ قائم کر دی گئی جو ہمہ وقتی کام کرنے والی جماعت تھی اور مرکزی مجلس کے وسیع اختیارات اس کے تفویض کر دیے گئے تھے۔

تحریکِ آزادی سے جاپان کی ہمدردی جاپان نے غیر مشروط طور پر اتحادیوں کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے اور انہوں نے اپنے کارندہ کی حیثیت سے انڈونیشیا میں جاپانی فوجوں پر اتحادیوں کے مفاد کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری عائد کر دی تھی۔ اس صورتِ حال کا تقاضا تو یہ تھا کہ جاپانی فوجیں انڈونیشی تحریکِ آزادی کو پوری قوت سے کچل دیتیں لیکن وہ چونکہ اس تحریک کو ہر طرح کامیاب بنانا چاہتی تھیں اس لیے انڈونیشیوں کو پورے مواقع دیے۔ اعلانِ آزادی کے بعد انہوں نے مسلح تنظیموں کو توڑنے کا حکم دیا۔ اور کئی پابندیاں بھی عائد کیں لیکن ان پر عمل کرانے میں اپنی فوجی طاقت سے برائے نام کام لیا۔ جاپانیوں نے انڈونیشیا کے تمام جزائر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور جب انہوں نے ہتھیار ڈالے تو انڈونیشیا میں جاپانی افواج اور ان سے متعلق اشخاص کی مجموعی تعداد پانچ لاکھ کے قریب تھی۔ اس میں ڈیڑھ لاکھ تو جاوا اور سماترہ میں تھے اور ساڑھے تین لاکھ بورنیو، سلاویسی، لمبوک، بالی اور دوسرے جزائر میں۔ اس کے علاوہ جاپانی افواج کے پاس جنگی سامان اور ہتھیار بھی کثرت سے تھے۔ چنانچہ صرف ایک حلقے میں جو وسطی اور مشرقی جاوا پر مشتمل تھا ۵۰ ہزار بندوقیں اور رائفلیں، ۴ ہزار پستول، ۶۰۰ مشین گنیں، ایک لاکھ دستی بم، اور تقریباً چار کروڑ کارتوس موجود تھے۔ اگر جاپانی چاہتے تو

اپنی اس زبردست جنگی قوت سے انڈونیشیوں کو بہ آسانی کچل دیتے لیکن انہوں نے اتحادیوں سے طے کردہ شرائط کے باوجود ایسا نہیں کیا اور انڈونیشیا کی آزادی میں ہر طرح مدد دی۔ انڈونیشیا پر اتحادی قبضہ کے بعد ولندیزی حملے کا خطرہ یقینی معلوم ہو رہا تھا جس کے مقابلہ کے لیے انڈونیشیوں کے پاس اسلحہ نہ تھے۔ ان کی یہ مشکل بھی جاپان نے آسان کر دی۔ اور جاپانی اسلحہ کا کافی حصہ انڈونیشیوں کے ہاتھ آگیا۔ کچھ اسلحہ تو جاپانی فوجیں مختلف علاقوں سے واپس جاتے ہوئے چھوڑ گئیں۔ کچھ پیتا کے دستوں نے حملہ کر کے چھین لیے اور کچھ مختلف علاقوں کے کمانداروں نے حریت پسندوں کے حوالے کر دیے۔ اس طرح محبانِ وطن کو آزادی حاصل کرنے اور اس کے بعد نو قائم شدہ جمہوریہ کی حفاظت کرنے میں جاپانیوں سے پوری امداد ملی۔ اور وہ حصولِ مقصد میں کامیاب ہوئے۔

جاپانیوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے لیکن اتحادی انڈونیشیا میں اپنی فوج اتارنے میں پس و پیش کر رہے تھے۔ ان کو یہ خطرہ تھا کہ جاپانیوں کی یہ زبردست مسلح فوج ان کا مقابلہ کرے گی۔ لیکن جب ان کو یقین ہو گیا کہ جاپانی مزاحمت نہ کریں گے تو انڈونیشیا میں اتحادی فوجوں کے داخلہ کی تجویز پر عمل کیا گیا۔ چنانچہ ۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو برطانوی فوج پہلی مرتبہ اتاری گئی۔ جاپان کی شکست اور اتحادیوں کی کامیابی سے انڈونیشیا پر جاپانی قبضے کا دَور ختم ہو گیا لیکن انڈونیشیا کی تاریخ میں اس مختصر دور نے ایک اہم ترین باب کا اضافہ کر دیا۔

تاریخِ جمہوریت

مصنفہ شاہد حسین رزاقی

قبائلی معاشروں اور یونانِ قدیم سے لے کر عہدِ انقلاب اور دورِ حاضرہ تک جمہوریت کی مکمل تاریخ جس میں جمہوریت کی نوعیت و ارتقاء، مطلق العنانی اور جمہوریت کی طویل کش مکش، مختلف زمانوں کے جمہوری نظامات اور اسلامی و مغربی جمہوری افکار کو بڑی خوبی سے واضح کیا گیا ہے۔

قیمت ۸ روپے

ملنے کا پتہ: سیکرٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور